قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 11 جون 2021ء | 29 شوال 1442 ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 138

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹیوں کا حق وراثت

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں سعد بن ربیعؓ کی بیٹیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے ہوئے احد کے دن شہید ہو گئے تھے۔ اور ان کے چچا نے ان دونوں کا مال لے لیا ہے اور ان کے لیے مال نہیں چھوڑا اور ان دونوں کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا جب تک ان کے پاس مال نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ اس پر میراث کے احکام پر مشتمل آیت نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کو بلوایا اور فرمایا کہ سعد کی بیٹیوں کو سعد کے مال کا تیسرا حصہ دو اور ان دونوں کی والدہ کو آٹھواں حصہ دو اور جو بچ جائے وہ تمہارا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی میراث البنات، حدیث نمبر 2092)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

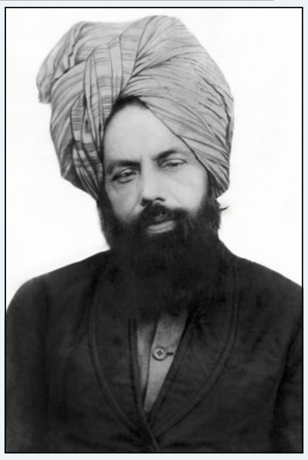

عورتوں کا حق وراثت

ایک شخص اپنی منکوحہ سے مہر بخشوانا چاہتا تھا مگر وہ عورت کہتی تھی تو اپنی نصف نیکیاں مجھے دیدے تو بخش دوں۔ خاوند کہتا رہا کہ میرے پاس حسنات بہت کم ہیں بلکہ بالکل ہی نہیں ہیں۔ اب وہ عورت مر گئی ہے خاوند کیا کرے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

”اسے چاہیئے کہ اس کا مہر اس کے وارثوں کو دیدے۔ اگر اس کی اولاد ہے تو وہ بھی وارثوں سے ہے۔ شرعی حصہ لے سکتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس خاوند بھی لے سکتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 235-236۔ ایڈیشن 1988ء)

”ایک شخص مثلاً زید نام لاولد فوت ہو گیا ہے۔ زید کی ایک ہمشیرہ تھی جو زید کی حین حیات میں بیاہی گئی تھی۔ بہ سبب اس کے کہ خاوند سے بن نہ آئی، اپنے بھائی کے گھر میں رہتی تھی اور وہیں رہی۔ یہاں تک کہ زید مر گیا۔ زید کے مرنے کے بعد اس عورت نے بغیر اس کے کہ پہلے خاوند سے باقاعدہ طلاق حاصل کرتی ایک اور شخص سے نکاح کر لیا جو کہ ناجائز ہے۔ زید کے ترکہ میں جو لوگ حقدار ہیں کیا ان کے درمیان انکی ہمشیرہ بھی شامل ہے یا اس کو حصہ نہیں ملنا چاہیے؟

حضرت نے فرمایا کہ: اس کو حصہ شرعی ملنا چاہیے کیونکہ بھائی کی زندگی میں وہ اس کے پاس رہی اور فاسق ہو جانے سے اس کا حق وراثت باطل نہیں ہو سکتا۔ شرعی حصہ اس کو برابر ملنا چاہیے۔ باقی معاملہ اس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے ۔۔۔۔ اس کے شرعی حق میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 294۔ ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرۡہًا ؕ وَ لَا تَعۡضُلُوۡہُنَّ لِتَذۡہَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ۚ وَ عَاشِرُوۡہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ کَرِہۡتُمُوۡہُنَّ فَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ یَجۡعَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ﴿۲۰﴾

(النساء: 20)

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ پھر لے بھاگو۔ سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”لوگ عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، وراثت کے حقوق۔ اور ان کا شرعی حصہ نہیں دیتے اب بھی یہ بات سامنے آتی ہے برصغیر میں اور جگہوں پر بھی ہو گی کہ عورتوں کو ان کا شرعی حصہ نہیں دیا جاتا۔ وراثت میں ان کو جو اُن کا حق بنتا ہے نہیں ملتا۔ اور یہ بات نظام کے سامنے تب آتی ہے جب بعض عورتیں وصیت کرتی ہیں تو لکھ دیتی ہیں مجھے وراثت میں اتنی جائیداد تو ملی تھی لیکن مَیں نے اپنے بھائی کو یا بھائیوں کو دے دی اور اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اب اگر آپ گہرائی میں جا کر دیکھیں، جب بھی جائزہ لیا گیا تو پتہ یہی لگتا ہے کہ بھائی نے یا بھائیوں نے حصہ نہیں دیا اور اپنی عزت کی خاطر یہ بیان دے دیا کہ ہم نے دے دی ہے۔ یا کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بھائی یا دوسرے ورثاء بالکل معمولی سی رقم اس کے بدلہ میں دے دیتے ہیں حالانکہ اصل جائیداد کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے ۔۔۔۔ اس لئے جو بھی حقیقت ہے، قطع نظر اس کے کہ آپ کے بھائی پر کوئی حرف آتا ہے یا ناراضگی ہو یا نہ ہو، حقیقت حال جو ہے وہ بہرحال واضح کرنی چاہئے۔ تا کہ ایک تو یہ کہ کسی کا حق مارا گیا ہے تو نظام حرکت میں آئے اور ان کو حق دلوایا جائے۔ دوسرے ایک چیز جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے شریعت کی رو سے اس سے وہ اپنے آپ کو کیوں محروم کر رہی ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ نمبر 115-116)

اس شمارہ میں

- دربار خلافت
- خلافت ضامنِ امن حقیقی خوف سے خالی (منظوم)
- ایک الزام کا جواب
- یاد رفتگان

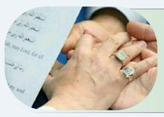

دربارِ خلافت

جوں جوں حضورؑ تقریر فرماتے جاتے تھے وہ بار بار سر ہلاتا اور سُبحان اللہ سُبحان اللہ کہتا تھا اور ساتھ یہ بھی کہتا جاتا تھا کہ میں اب حضور کی مخالفت نہیں کروں گا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت چراغ محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد چوہدری امیر بخش صاحب کھارے کے رہنے والے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نے مسجد اقصیٰ میں ایک بڑی لمبی تقریر فرمائی۔ ظہر کے بعد کا وقت تھا۔ مَیں مسجد کی شمالی جانب کی دیوار پر بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ گاؤں کا ایک اول درجے کا مخالف تھا جس کے زیر سایہ اس وقت گاؤں کا ایک آدمی تھا جو سخت مخالف تھا۔ جوں جوں حضور تقریر فرماتے جاتے تھے وہ بار بار سر ہلاتا اور سُبحان اللہ سُبحان اللہ کہتا تھا اور ساتھ یہ بھی کہتا جاتا تھا کہ میں اب حضور کی مخالفت نہیں کروں گا۔ حضور جو فرمارہے ہیں سب سچ ہے۔ دو چار دن بعد میں اُسے ملا اور دریافت کیا کہ بتاؤ اب کیا رائے ہے؟ کہنے لگا معلوم نہیں، اُس وقت تو مجھے حضور کی ہر بات درست معلوم ہوتی تھی اور اب نہیں۔

(ماخوذاز روایات حضرت چراغ محمد صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 5صفحہ 15)

جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دینا چاہے اُن کے دل پھر اس طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقاپوری جب قادیان آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ قادیان والوں کو کس طرح آزمایا جائے۔ اب آزمانے کا انہوں نے طریقہ جو نکالا، کہتے ہیں مجھے خیال ہوا کہ علماء میں سے ایک بڑے عالم کو دیکھا اور خود مدّعی مسیح اور مہدویت کی بھی زیارت کی۔ اُن کو تو دیکھا، بڑے عالم کو بھی دیکھا، اُن کو علم سے بھرا ہوا پایا، اخلاق میں اعلیٰ پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا، اور اُن کی تو خیر کوئی مثال تھی ہی نہیں، اخلاق کا ایک سمندر تھے۔ تو اب یہاں کے عام لوگوں کی بھی اخلاقی حالت دیکھنی چاہئے۔ چنانچہ اس امتحان کے لئے کہتے ہیں میں لنگر خانے چلا گیا جو اُس وقت حضرت خلیفہ اول کے مکان کے جنوبی طرف اور بڑے کنوئیں کی مشرق کی طرف تھا۔ لنگر خانے میں ایک چھوٹا سا دیگچہ تھا جس میں دال اور ایک چھوٹی سی دیگچی میں شوربہ تھا۔ میاں نجم الدین صاحب بھیروی مرحوم اُس کے منتظم تھے۔ مَیں نے میاں نجم الدین صاحب سے کھانا مانگا تو انہوں نے مجھے ایک روٹی اور دال دی۔ مَیں نے کہا مَیں دال نہیں لیتا، گوشت دو۔ میاں نجم الدین صاحب مرحوم نے دال اُلٹ کر گوشت دے دیا۔ (دال واپس ڈال دی، گوشت ڈال دیا بغیر کچھ کہے)۔ لیکن مَیں نے پھر کہا کہ نہیں نہیں دال ہی رہنے دو۔ تب انہوں نے گوشت اُلٹ کر دال ڈال دی۔ (پھر واپس کیا گوشت، پھر دال ڈال دی)۔ اور گوشت اور دال کے اس ہیر پھیر سے میری غرض یہ تھی کہ تا مَیں کارکنوں کے اخلاق دیکھوں۔ مطلب یہ نہیں تھا کہ مجھے دال پسند ہے یا گوشت پسند ہے۔ اتنی دفعہ دال اور گوشت کو بدلوایا کہ دیکھنا یہ چاہتے تھے کہ ان کے اخلاق اچھے ہیں کہ نہیں۔ یہ کہیں غصے میں آ کر یہی دال کی پلیٹ تو نہیں میرے اوپر پھینک دیں گے۔ تو مَیں نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور وہاں کے مختلف لوگوں سے باتیں کیں۔ منتظمینِ لنگر کی ہر ایک بات خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلانے والی تھی، یہ فقرہ دیکھیں کہ منتظمینِ لنگر کی (جو بھی کارکنان تھے وہاں اُن کی) ہر ایک بات خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلانے والی تھی۔ اس سے بھی میرے دل میں گہرا اثر ہوا۔ اب یہ تھی نیکی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ میں اپنے ساتھ رہنے والوں میں پیدا کی۔ دوسرے دن صبح قریباً تمام کمروں سے قرآنِ شریف پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ فجر کی نماز میں مَیں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ نظارہ بھی میرے لئے بڑا دلکش اور جاذبِ نظر تھا۔

(مأخوذ از روایات حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 8صفحہ 10، 11)

پس یہ نظارے ہیں جو اِن دنوں میں بھی، جلسے کے دنوں میں خاص طور پر ہم میں نظر آنے چاہئیں، اور کارکنان کو بھی خاص طور پر نوٹ کرنا چاہئے کہ اُن کی ہر بات، اُن کا ہر عمل ایسا ہو جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ حقیقت میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے۔ اور پھر یہ باتیں زندگی کا مسلسل حصہ ہونی چاہئیں کہ نمازیں بھی ہوں، قرآنِ کریم کی تلاوت بھی ہو اور پھر نہ صرف اِن تین دنوں میں، بلکہ گھروں میں جا کر بھی ان کو جاری رہنا چاہئے۔

حضرت منشی محبوب عالم صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان گیا کیونکہ مَیں حضرت صاحب کو روزانہ خط لکھا کرتا تھا اس واسطے حضرت اقدس کو بھی میرے ساتھ بہت محبت ہو گئی۔ جب کبھی میں لاہور سے جاتا فوراً ہی مجھے شرفِ ملاقات بخشتے۔ کبھی مجھے اندر بلاتے، کبھی خود باہر تشریف لاتے۔ ایک دفعہ مَیں بقیہ صفحہ 8 پر

خلافت ضامنِ امنِ حقیقی خوف سے خالی

خلافت نے کیا کونین کا مقصود آدم کو
خلافت نے فرشتوں کا کیا مسجود آدم کو
خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں
خلافت شہپرِ پروازِ آدم کی توانائی
یدِ بیضا خلافت ہے خلافت ہے مسیحائی
خلافت ناتوانوں کی توانائی کا سرمایہ
خلافت سے غریبوں پر خدا کے فضل کا سایہ
خلافت سے میسر دین کو تمکین ہوتی ہے
خلافت میں سراسر قوتِ تکوین ہوتی ہے
خلافت مرکزِ پرکارِ جوشِ کامرانی ہے
خلافت کیا ہے اکسیر حیات جاودانی ہے
خلافت ہے دلیل ایمان کی اور نیکو کاری کی
خلافت ہے دلیل امت پہ لطف و فضلِ باری کی
خلافت میں نہاں راز دوامِ شادکامی ہے
فدا ہے حریت جس پر خلافت کی غلامی ہے
خلافت سے عبادت زندگی کا نور پاتی ہے
نشاطِ جانفروز جلوہ ہائے طور پاتی ہے
خلافت عصمتِ صغریٰ عطا کرتی ہے ملت کو
ہلاکت سے مصیبت سے بچا لیتی ہے امت کو
خلافت کے وسیلے سے جہاں زیرِ نگیں کرلو
جہاں کا ذکر کیا کون و مکان زیرِ نگیں کرلو
خلافت ہی بالفاظ دِگر ہے قدرتِ ثانی
جہاں کی بزم میں آمینہ دار شان رحمانی
ہیں پھل نخلِ خلافت کے جہانگیری جہانبانی
خلافت ہے سراسر مہبطِ الطافِ ربانی
خلافت سے اشاعت حق کی دنیا کے کناروں تک
صداقت پھیلتی ہے ریگ زاروں کوہ ساروں تک
خلافت اُمت مرحوم میں موعودِ ربانی
بغیر اِس کے پنپ سکتی نہیں شاخِ مسلمانی
خلافت شاہبازوں سے ممولوں کو لڑاتی ہے
یہی آئینِ فطرت ہے خلافت غالب آتی ہے
خلافت سے شعور قوم کو تابندگی حاصل
اِسی کے فیض سے تنظیم کو ہے زندگی حاصل
خلافت ضامنِ امنِ حقیقی خوف سے خالی
اِسی سے وحدتِ باری کی پاتی ہے نمو ڈالی
خلافت سے حزف ریزے بہا پاتے ہیں گوہر کی
چمک ذروں میں ہوتی ہے نمایاں مہرِ انور کی
حصار عافیت ہے خیر و خوبی کا خزانہ ہے
خلافت سے جدا ہونا شعارِ فاسقانہ ہے

(کلام میر اللہ بخش تسنیمؔ مرسلہ میر نسیم الرشید جرمنی)

امتہ الباری ناصر۔ امریکہ

میرا سسرال

مکرم محمد شمس الدین صاحب بھاگلپوری اور مکرمہ سیدہ صدیقہ بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر

ایم اے فائنل کا امتحان دے کر لاہور ہوسٹل سے ربوہ اپنے گھر آئی تو چند دن کے بعد امی جان نے رسمی سی تمہید کے بعد خطوط کا ایک پلندہ میری طرف بڑھا کر کہا۔ یہ خطوط تمہارے رشتے کے بارے میں آئے ہوئے ہیں پہلے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ تم یکسوئی سے اپنی تعلیم مکمل کر لو اب یہ پڑھ لو اور پھر دعا کر کے کوئی فیصلہ کرو۔ امی جان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ مطمئن ہیں میں نے خطوط لے کر ایک طرف رکھے اور عرض کیا کہ امی جان مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر مگر اتنی جلدی کیا ہے دو تین سال ٹھہر جائیں میں پی ایچ ڈی کرنا چاہتی ہوں۔

ٹھیک ہے تم یہ خطوط پڑھ لو پھر بات کریں گے۔ خطوط پر درج تاریخوں سے اندازہ ہوا کہ قریباً دو سال سے بات چل رہی تھی اور میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ یہ امی جان کا مجھ پر بہت بڑا احسان تھا۔ اس دوران وہ قادیان میں اباجان سے مشورہ کرتی رہی تھیں اور ضروری معلومات حاصل کر چکی تھیں۔ اس زمانے میں رشتے اسی طرح ہوتے تھے۔ والدین اطمینان کر کے بیٹی کو بتاتے ہیں اور اُمید رکھتے کہ بیٹیاں والدین کے فیصلہ پر بلا چون وچرا عمل کریں گی۔ میں نے پہلے سے یہی فیصلہ کیا ہوا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا تو بعض مہربانوں نے امی جان کو ڈرایا تھا کہ لڑکی کو لاہور نہ بھیجیں باہر کی ہوا لگی اور ہاتھ سے گئی۔ اپنی مرضی کرنے کی عادت ہو جائے گی وغیرہ۔۔۔ مگر میں نے اسی وقت یہ سوچا تھا کہ بفضلِ الٰہی تعلیم حاصل کروں گی اور عاجزانہ فرماں برداری بھی کروں گی۔ تا کہ میرے بعد تعلیم کا شوق رکھنے والی لڑکیوں کے راستہ میں رکاوٹ نہ ہو۔ امی کے شرح صدر کے اندازے کے بعد میں نے کوئی سوال پوچھے بغیر، خطوط پڑھنے سے پہلے ان کو وہی جواب دیا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد محترمؑ کو دیا تھا۔ اور معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔۔

ناصر صاحب کے خاندان سے ہمارے خاندان کے تعلقات بہت پرانے تھے جب ان کے والد صاحب بہار سے ہجرت کر کے قادیان آئے تو محلہ دارالفضل میں میرے دادا جان حضرت میاں فضل محمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہائش اختیار کی۔ دادا جانؓ کو ان سے حسن سلوک کے بہت سے مواقع ملے۔ جس سے قریبی تعلقات کا آغاز ہوا پھر ان کی دو بہنیں مکرمہ کلثوم صاحبہ اور مکرمہ بشریٰ صاحبہ جامعہ نصرت قادیان میں میری بہن مکرمہ امتہ اللطیف صاحبہ کی کلاس فیلو تھیں۔ پڑوسی، کلاس فیلو، سہیلیاں، گھریلو مراسم بن گئے۔ تقسیم برصغیر کے بعد یہ خاندان کراچی منتقل ہو گیا۔ جلسہ سالانہ پر ربوہ آتے تو آپا لطیف صاحبہ کے گھر ہی ٹھہرتے۔ امی جان بھی بہت پیار سے ملتیں اس کے علاوہ یہ ہوا کہ ناصر صاحب کے بڑے بھائی مکرم قریشی محمود صاحب نے ربوہ میں ہماری گلی میں ہمارے گھر کے سامنے مکان تعمیر کروایا۔ اس سلسلے میں ان کا ربوہ میں قیام رہتا۔ امی جان کو چاچی جی

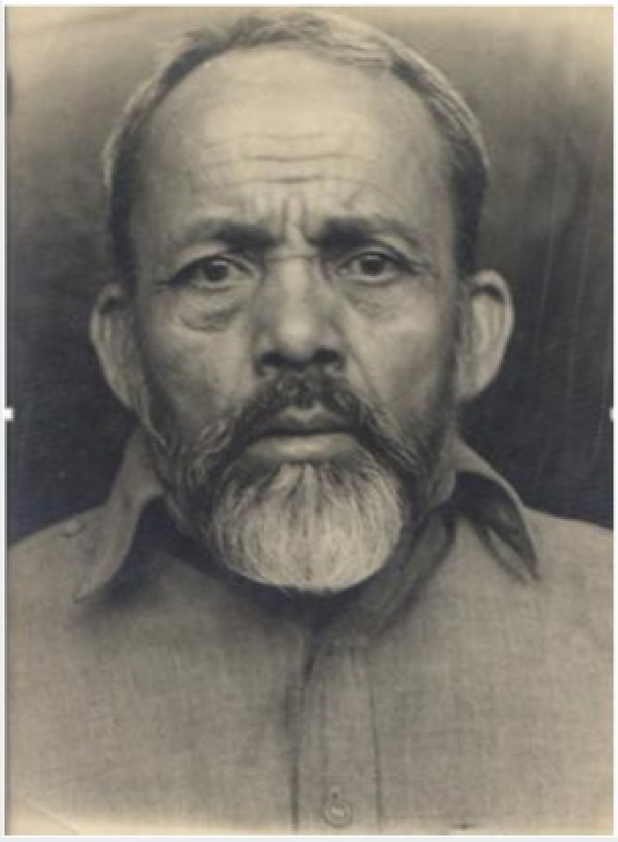

کہتے تھے اور بلا تکلف مشورے وغیرہ کے لیے آ جاتے۔ اس دوران ان کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور چھوٹے بھائی کے رشتے کی تحریک کر دی۔ جس پر خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا۔

میرا نتیجہ اچھا آیا جامعہ نصرت میں جاب کرنے لگی۔ 1962ء میں جلسہ سالانہ پر کراچی سے آنے والے مہمانوں میں ناصر صاحب بھی تھے۔ امی جان سے ملنے آئے اور کہا کہ اب تو تعلیم مکمل ہو گئی ہے بہتر ہے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ امی جان نے کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر لڑکی چاہتی ہے کہ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے کچھ وقت مل جائے۔ ناصر صاحب نے کہا وہ تو بعد میں بھی کر سکتی ہے۔ امی جان نے کہا کہ میں سوچتی ہوں ابھی تک پڑھنے پڑھانے میں رہی ہے گھر داری اور کھانا پکانے کا تجربہ نہیں ہے۔ کچھ سیکھ لے تو اچھا ہو ناصر صاحب نے فوراً وعدہ کیا کہ یہ بھی کوئی بات نہیں ہم مل کر پکا لیا کریں گے (یہ دونوں وعدے ہوا کے ساتھ اُڑ گئے)۔ ناصر صاحب نے امی جان کی باتوں میں آمادگی دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ جلدی جلدی انتظامات کر کے آ گئے مارچ میں نکاح ہوا۔ میں نے نکاح سے پہلے ناصر صاحب کو دیکھا نہیں تھا۔ نکاح فارم پر زاروقطار روتے ہوئے جہاں بھائی جان نے انگلی رکھ کر کہا دستخط کر دو۔ اللہ کا نام لے کر کر دیئے۔ دسمبر میں شادی طے ہوئی۔ میرے ابا جان قادیان سے شادی پر تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ میں خود ابا جان سے ملاقات کے لیے قادیان گئی اور اس نئے تعلق کے بابرکت ہونے کے لیے بیت الدعا میں ماتھا رگڑا۔ وہاں سے واپسی کے دو دن بعد رخصت ہو کر میکے سے سسرال آ گئی۔

شادی کا بندھن بظاہر دو افراد کے درمیان ہوتا ہے مگر دراصل دو خاندان آپس میں بندھ جاتے ہیں۔ والدین کی آغوش سے نکل کر جس گھر میں قدم رکھتے ہیں وہاں بہت مختلف قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میرے معاملے میں تو پنجابن، بہاری کے گھر گئی تھی۔ ربوہ کا ماحول چھوڑ کر کراچی کی فضاؤں کو اپنانا تھا۔ معاملہ دشوار لگ رہا تھا خود بھی دعائیں کر رہی تھی محترم والدین کی دعائیں اور نصائح ساتھ لائی تھی۔ دعا کے لیے اپنی روحانی ماں حضرت مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہا کو بھی درخواست کی۔ جواب میں آپ نے تحریر فرمایا

”تمہاری سسرال سے ہمارے گھر کا تعلق ہے اب دوری کی وجہ سے یہ لوگ کم ملتے ہیں لیکن میرے دل میں ان سب کی بہت قدر ہے۔ اور میں ان سب کے لیے ہی دعا کرتی ہوں تمہارے خُسر میرے اباجان کے پاس ہی رہتے تھے بڑے مخلص تھے۔ اباجان کو ان پر بڑا اعتماد تھا۔ ہم اُس وقت لڑکیاں تھیں اور اباجان لڑکیوں کی تربیت کے بارے میں بڑے سخت تھے لیکن کہیں آنا جانا ہوتا تو ہم بہنوں کو شمس الدین صاحب کے ساتھ بھجوا دیتے تھے اور وہ بھی بڑا خیال رکھتے تھے ذرا کہیں راستے میں بے احتیاطی ہوئی نقاب وغیرہ اُٹھائی تو فوراً ٹوک دینا کہ ٹھیک سے پردہ کرو“

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے والد مکرم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کے اعتماد نے میرے دل میں ’ابا‘ کی قدر میں بے حد اضافہ کیا۔ میں نے ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کے لیے ’اماں‘ سے عرض کی کہ آپ کو جو باتیں یاد ہیں مجھے بتائیں۔ اماں تصورات میں کھو گئیں چہرے پر سال خوردگی کی تحریر، آنکھوں میں یادِ ماضی کی جھلک، یادوں کے ساتھ جذبات کا اُتار چڑھاؤ، کہیں دبی دبی سی مسکراہٹ کہیں آہوں کا دھواں۔ اس پر مخصوص بہاری زبان اور منفرد لب و لہجہ یہ سب کچھ جو تصویر بنا رہے تھے وہ تو کاغذ پر نہیں اُتار سکتی۔ البتہ اُن کی معلومات کو قدرے ترتیب دے کر پیش کر رہی ہوں۔

مکرم محمد شمس الدین صاحب کے قبول احمدیت کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔ ایک دفعہ برہ پورہ بھاگل پور میں گلیوں میں اعلان ہو رہا تھا کہ احمدیوں کا جلسہ ہے۔ اعلان کی صورت یہ تھی کہ گلی میں پہلے دَف بجا کر متوجہ کیا جاتا پھر جلسہ کا اعلان کرتے جگہ اور وقت وغیرہ بتاتے۔ یہ اعلان ابا نے سنا تو سوچا کہ اچھا تماشا رہے گا ہم بھی چلتے ہیں۔ جلسہ میں پہنچے تو سب سے پہلے تلاوتِ قرآنِ پاک ہوئی۔ جو ان کو بہت اچھی لگی اچانک بعض لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اس کے باوجود جلسہ جاری رہا۔ مقررین نے قرآنِ پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل پیش کر کے مجدّد کی آمد اور چودھویں صدی میں موعود مسیحا کے بارے میں پیش گوئیاں پیش کر کے اعلان کیا کہ موعود مجدد ’مہدی دوراں‘ ’مسیحائے زماں علیہ السلام قادیان میں تشریف لا چکے ہیں۔ لوگ تو شور مچاتے رہے لیکن ابا کی سعید روح حق کی طرف مائل ہو گئی۔ ہجوم سے رستہ بنا کر سٹیج پر گئے اور ایک مقرر سے گزارش کی کہ مجھے مسیح وقت کی آمد کے متعلق مزید معلومات دیجئے۔ یہ مقرر مکرم محترم مولوی عبدالماجد صاحب تھے (والد صاحب حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) آں محترم نے کچھ سمجھانے کے بعد لٹریچر دیا۔ احمدیت کے بارے میں یہ کتابیں ابا اور ان کے بڑے بھائی مکرم قریشی محمد عامل صاحب نے مل کر پڑھیں۔ کتابیں پڑھ کر اور کتب لے آئے حق کھلتا گیا۔ احمدیوں کے ساتھ نمازیں ادا کرنے لگے اور نمازوں میں خشوع خضوع تضرع سے حقیقی اسلام کی اصلی راہیں ملنے کی دعا کرنے لگے۔ دعاؤں کا جواب ایک خواب سے ملا۔ ابا نے

دیکھا کہ بڑا خوفناک جنگل ہے۔ جس کے بیچوں بیچ دیوار ہے۔ وہ دیوار پر کھڑے ہیں ایک طرف خوفناک درندے ہیں دوسری طرف مہیب اندھیرا ہے خوف زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارا 'اے اللہ تو ہی رہنمائی کر' اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نمودار ہوئے جبہ عمامہ پہنے ہوئے ہاتھ میں عصا تھا۔ اپنا ہاتھ بڑھا کر ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ میں تمہیں جنگل سے نکالتا ہوں، صبح اُٹھے تو مکرم مولوی عبدالماجد صاحب کے پاس جا کر خواب سنایا۔ وہ ایک تصویر اُٹھالائے اور دکھا کر پوچھا۔ پہچانو کیا وہ بزرگ ایسے ہی تھے۔ ابا نے لپک کر تصویر لی اور سینے سے لگالی اور زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دکھا دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ اندازاً 1913ء کا واقعہ ہے۔ بیعت کی خبر کو مصلحتاً عام نہ کیا کیونکہ برہ پورہ میں مخالفت زوروں پر تھی۔ مگر جلد ہی اعلان بھی کر دیا۔ اس اعلان کی بنا بھی ایک خواب تھا۔ آپ نے دیکھا کہ غیر احمدیوں نے بازار میں گھیر لیا ہے اور شور مچارہے ہیں کہ یہ قادیانی ہوگیا ہے اس کو گولی مار دو۔ ایک کہتا ہے اس کو تختہ کے ساتھ کھڑا کرو اور تین گولیاں مارو اگر اس کو کوئی گولی لگ گئی تو قصہ ختم اگر نہ لگی تو مرزا سچا۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا پہلے بائیں ہاتھ کو پھر دائیں ہاتھ کو پھر سر کو نشانہ لے کر گولیاں ماری گئیں جو تختے پر لگیں۔ جب تیسری گولی سے بھی بچ گئے تو نعرہ مارا۔

مرزا سچا ہے ' مرزا سچا ہے

خواب میں یہ الفاظ اتنے جوش سے ادا ہوئے کہ بے قابو ہو کر چارپائی سے گر گئے۔ اماں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ سوتے جاتے مرزا سچا مرزا سچا بولتے رہتے ہیں ابا نے کہا ابھی آکر بتاتا ہوں۔ وضو کیا نفل پڑھے اور سیدھے مولوی صاحب کو جا کر خواب سنایا مولوی صاحب نے کہا، شمس الدین اب مخالفت کچھ نہیں بگاڑے گی احمدیت کا اعلان کر دو'

گھر آکر بڑے بڑے کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ گئے اور جلی حروف میں بہت سے پرچے لکھے۔

''میں مسمّی محمد شمس الدین ولد قدرت اللہ اعلان کرتا ہوں کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مہدی اور مسیح تسلیم کرتا ہوں۔''

یہ پرچے گلی محلے میں دیواروں پر چسپاں کر دیئے بس پھر کیا تھا اللہ دے اور بندہ لے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ حقہ پانی بند۔ ماشکی بھنگی کو ممانعت، بچے نکلیں تو غنڈے ستائیں۔ زندگی دوبھر ہوگئی۔ کسی نے جا کر ابا کے خسر مولوی سید عبداللطیف صاحب کو خبر کر دی کہ تمہارا داماد کافر ہوگیا ہے۔ وہ دارالعلوم کے اُستاد تھے۔ غیرت نے زیادہ ہی جوش مارا غصے سے کھولتے ہوئے بڑا سا ڈنڈا لے کر جس پر لوہے کا سم بھی چڑھا ہوا تھا۔ آدھمکے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابا تو ادھر ادھر ہوگئے اماں نے دروازہ کھولا وہیں سے اماں کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر باہر لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ غصہ سے آواز بھی بہت اونچی ہوگئی تھی بولے

صدیقن ابھی چل تیرا نکاح ٹوٹ گیا ہے شمسو مسلمان نہیں رہا ہے۔ تجھے ہمارے ساتھ جانا ہوگا اماں نے بڑے ادب سے عرض کیا

آپ بیٹھیں تو سہی پانی پیئیں سانس لیں پھر بات کریں

مگر ان کے اُبال میں فرق نہ آیا

ہم نہیں بیٹھیں گے، نہ پانی پیئیں گے، تمہارا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ ساتھ لے کر جائیں گے۔ اماں نے کہا

میں تو قادیانی نہیں ہوئی۔ آپ ہی کے دین پر ہوں۔ میری شادی بھی آپ نے ہی کی تھی میں خود یہاں نہیں آئی تھی۔ آپ نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تھا جس وقت آپ نے ان کو میرا ہاتھ دیا تھا اس وقت نہ ان کو کلمہ آتا تھا نہ قرآن نماز جانتے تھے۔ مار پیٹ کرتے تھے یار دوستوں کے ساتھ بے مقصد گھومتے تھے تھیٹر جاتے ناچ گانا سنتے۔ سالن میں نمک تیز ہوتا تو برتن اُٹھا کر پھینک دیتے تھے اُس وقت آپ کو مسلمان لگتے تھے۔ اب سارا وقت قرآن پاک پڑھتے ترجمہ سیکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں تہجد کے پابند ہیں۔ مجھ سے معافیاں مانگتے ہیں کہ اگر کبھی کوئی زیادتی ہو تو معاف کر دو۔ یہ سب تبدیلیاں قادیانی ہو کر آئی ہیں۔ اگر آپ اس کو کفر سمجھتے ہیں تو یہ کفر پہلی حالت سے لاکھ گنا بہتر ہے۔

یہ سب سن کر وہ خاموش ہوگئے پھر سمجھانے لگے کہ تم اپنا مذہب نہ چھوڑنا۔ اماں کے والد صاحب کا غصہ کم نہیں ہوا۔ اماں کے دو بھائی تھے انیس اور جلیس نام تھا۔ پولیس میں کام کرتے تھے۔ وہ بھی طیش میں آکر مخالفت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ برہ پورہ میں رہنا مشکل ہوگیا۔ ابا کے بڑے بھائی مکرم قریشی محمد عامل صاحب بیوی بچوں کے ساتھ ہجرت کر کے قادیان جاچکے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ تم بھی ہجرت کر لو۔ ابا نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت پر وہاں سے نکل جائیں گے اپنا مکان بیچنا چاہا تو مخالفین نے شہر میں ڈھول بجا کر اعلان کیا کہ شمس الدین کا مکان کوئی نہ خریدے وہ قادیانی ہوگیا ہے۔ آپ نے مکان بیچنے کا خیال بھی چھوڑا اور ایک رات ایک بیل گاڑی پر بیوی بچوں کو اور کچھ سامان لے کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ جس شہر سے ابا یوں خالی ہاتھ نکل رہے تھے اس میں بڑی فراخی کے دن دیکھے تھے ان کے باپ دادا کا بڑا مکان تھا زمینیں جائدادیں تھیں۔ بے شمار آمد تھی بڑوں سے سنا تھا کہ روپیہ گن گن کر رکھنا ان کے بس میں نہ رہا تھا تو چھاج سے پھٹکتے تھے۔ اور کوٹھی میں ڈالتے تھے جو گر جاتا وہ غریب غرباء چن لیتے تھے۔ بازار سے صرف نمک آتا تھا۔ باقی سب ضروریات کا سامان گھر کی زمینوں سے حاصل ہو جاتا۔ اتنی کشائش کے بعد صرف مذہب کے لیے سب چیزوں سے ہاتھ اُٹھالینا ان کے جذبہ' ایمانی کا ثبوت ہے۔

ابھی شہر سے زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ کسی طرح اماں کے بھائیوں انیس اور جلیس نے آلیا اور کہا کہ شمس الدین تم کو جہاں جانا ہے جاؤ مگر ہماری بہن نہیں جائے گی۔ ابا نے کہا ٹھیک ہے میری طرف سے زبردستی نہیں ہے تمہاری بہن جاتی ہے تو لے جاؤ۔ بھائیوں نے جب اماں سے ساتھ جانے کا اصرار کیا تو تینوں بچے محمود احمد 'نور احمد اور زینب ماں کو لپٹ گئے۔ بھائیوں کی تکرار بڑھی تو اماں بیل گاڑی سے اُتر آئیں۔ بھائیوں کی طرف دیکھ کر للکار کر کہا۔

ہم اپنی مرضی سے جاتے ہیں۔ ہماری شادی ہوئی ہے۔ ہمارے بچے ہیں تم ہمیں نہیں روک سکتے۔ اب ہم اپنے شوہر کے ساتھ رہیں گے۔ جو بھی حالات ہوں۔ درخت کے نیچے رہنا پڑا تو وہیں رہ لیں گے۔

یہ اماں کی وفاداری کا امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ٹھہریں اور سفر جاری رہا۔ اس وقت ریل کے ٹکٹ پانچ روپے میں آئے تھے اور تین دن میں قادیان پہنچے تھے۔ اماں قادیان میں آنے کے بعد صرف ایک دفعہ وطن واپس جاسکیں پھر کبھی رابطہ نہیں ہوا اماں نے پہلے تحریری بیعت کی تھی پھر قادیان آکر بیعت کی۔

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان اور اڑوس پڑوس کے احمدی حضرات نے بڑی دلداری کی۔ اس طرح سگے رشتہ داروں سے زیادہ پیار کرنے والا ایک وسیع تر خاندان مل گیا۔ اماں کی حسین یادوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت آپا سارہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی میں آپ کو مدعو کیا گیا تھا۔ جس سے سب کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ قادیان میں محلہ دارالفضل میں بی ٹی صاحب کے گھر کے پاس رہائش تھی۔ ابا فوج کے ملازم تھے 1941ء کی جنگ میں خدمات سرانجام دی تھیں۔ قادیان آئے تو فکر معاش شروع ہوئی۔ قادیان اور بٹالہ کے درمیان بسیں چلانے لگے۔ پھر یہ سلسلہ چھوڑ کر گاڑیاں مرمت کرنے کا کام کیا۔ پھر سلسلے کی کار ڈرائیو کرنے کا کام کیا۔

یہ کام اس لیے بڑا بابرکت ثابت ہوا کہ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' اور حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی گاڑیاں چلانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ محترم ہستیاں ابا کو ملازم نہیں گھر کا فرد سمجھتیں اور سارے خاندان سے حسن سلوک کرتیں جس کے بہت سے میٹھے میٹھے واقعات سب کو یاد تھے (بعد میں آپ کے بھتیجے اور شاگرد قریشی نذیر احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کار لمبے عرصہ تک چلاتے رہے)

ابا کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ اس کے لیے وہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیا کرتے۔ جب بس چلاتے تھے تو سواریوں سے الفضل یا کوئی دینی کتاب سنانے کی فرمائش کرتے۔ بات سے بات نکلتی اور رخ پیغامِ حق کی طرف مُڑ جاتا۔ بے خوف ہو کر دھڑلے سے بات کرتے ایک دفعہ بٹالہ کے لاری اڈہ پر کھڑے تھے۔ ساتھی ڈرائیوروں سے اپنے عقائد کی بات شروع کی تو مخالفین نے کہا کہ تم ہر وقت دعویٰ کرتے ہو کہ مرزا صاحب سچے ہیں اُن کی صداقت کا کوئی ثبوت بھی دو۔ بے ساختہ جواب دیا۔ مرزا صاحب کی سچائی کا ثبوت تو میں خود بھی ہوں۔ تم سب بھی ڈرائیور ہو اور میں بھی ڈرائیور ہوں۔ آؤ علمی بحث کر لیتے ہیں۔ صاف کھل جائے گا کہ سچائی کس کا ساتھ دیتی ہے۔ وہ کھسیانے سے ہوگئے بات وہیں ختم ہوگئی

گھر میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے اور بچوں کی تربیت میں کوشاں رہتے قادیان آکر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بچے کلثوم، بشریٰ اور ناصر دیئے۔ آپ ہر نماز میں اور تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی اولاد کی خاطر دعاؤں والی نظمیں بلند آواز سے پڑھتے بچوں کو تعلیم دلانے کا بھی شوق تھا۔ ایک بیٹی زینب تو شادی کے بعد ایک بیٹا یادگار چھوڑ

کر فوت ہو گئی تھیں باقی دونوں بیٹیوں کو قادیان کے جامعہ نصرت میں داخل کروایا۔ چھوٹے بیٹے ناصر کو ساتھ ساتھ رکھتے۔ اپنے ابا کی یادوں کے سلسلے میں ناصر صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ کسی سفر میں گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی ابا اسٹیشن پر بیٹھ کر اونچی آواز میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی کتاب پڑھنے لگے۔ سُن کر لوگ جمع ہونے لگے جمع ہونے والے لوگ یہ جان کر کہ یہ احمدی ہے مذاق اڑانے لگے تضحیک آمیز جملوں سے ناصر صاحب شرمندہ ہو رہے تھے کہ ابا آخر ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس اثناء میں گاڑی آگئی تو کسی نے سیٹ پر بیٹھنے نہیں دیا کھڑے کھڑے سفر کیا۔

آپا کلثوم صاحبہ نے سنایا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ ابا ساتھ تھے رات کو نیند نہ آئی تو کھلی ہوا میں ٹہلنے لگے موسم اچھا تھا۔ رات کی تنہائی میں من پسند کام کرنے لگے۔ خود ہی سوال کرتے اور خود ہی اس سوال کا بادلائل جواب دیتے ۔ جوش میں آواز بلند ہو گئی۔ حضرت صاحبؓ نے یہ انوکھا مباحثہ سُن لیا دریافت فرمایا یہ کون صاحب ہیں۔ یہ علم ہونے پر کہ محمد شمس الدین صاحب بھاگلپوری ہیں آپؓ نے فرمایا

'اگر احمدیت کو اس طرح کے جوشیلے لوگ مل جائیں تو احمدیت بہت جلد اور تیزی سے پھیل سکتی ہے۔'

ابا دعوت الی اللہ کو اپنی مشکلات کے حل کا نسخہ بتاتے تھے کہا کرتے تھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے میں باہر نکل جاتا ہوں اور کسی کو بھی پکڑ کر تبلیغ کرنے لگتا ہوں میری مشکل مولا کریم آسان فرمادیتا ہے۔ صدقہ خیرات سے ردّ بلا پر یقین رکھتے تھے۔ بہت دعا گو بزرگ تھے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ابا پر اعتماد اور ابا کے اس پر پورا اُترنے کا ایک واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ حضورؓ نے کسی امر کے متعلق مکمل رازداری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ ابا کچھ دن تو گھر ہی نہ آئے اس ڈر سے کہ گھر گیا تو بیوی بچوں کے سامنے کوئی بات منہ سے نہ نکل جائے۔ جھوٹ بول نہیں سکتے تھے۔ ایک ترکیب سوجھی سارا منہ سر پٹیوں سے اچھی طرح جکڑوالیا جیسے چوٹیں لگی ہوں۔ اس طرح منہ بندھے گھر گئے سب سے مل بھی آئے اور رازداری بھی رہی۔ حضورؓ نے تقسیم برصغیر کے وقت بھی آپ پر اہم ذمہ داریاں ڈالی تھیں۔ جن سے آپ کماحقہ عہدہ برآ ہوئے۔

تقسیم کے بعد کچھ عرصہ لاہور میں رہے پھر بڑے بیٹے محمود احمد قریشی صاحب کے پاس کوئٹہ چلے گئے جو فوج میں ملازم تھے۔ دوسرے بیٹے نور احمد قریشی صاحب کراچی میں تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ کراچی میں بچوں کی پڑھائی وغیرہ کے زیادہ مواقع ہیں بڑا شہر ہے آپ کراچی آجائیں۔ بھائی نور احمد صاحب بندر روڈ (ایم اے جناح روڈ) پر جامع کلاتھ مارکیٹ کے سامنے عید گاہ میدان میں رنچھوڑ لائن کی ایک متروکہ بلڈنگ میں ایک فلیٹ میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے۔ ابا کے آنے سے گھر میں نو افراد کا اضافہ ہوا۔ ابا، ان کی والدہ صاحبہ، والدہ صاحبہ کی دو بہنیں، بیوی، تین بچے اور مرحومہ بیٹی کا ایک بیٹا معین۔ ایک کمرے کے فلیٹ میں رہنا مشکل تھا اس لیے اس بلڈنگ کی چھت پر سونے لگے۔ کچھ مسئلہ حل ہوا۔ بعد میں اسی چھت پر پانی کے ٹینک کے ساتھ لکڑی کے تختوں کی دیواروں اور ٹین کی چھت ڈال کر ایک رہائشی کمرہ بھی بنالیا۔ مسئلہ صرف ایک نہیں تھا۔ ناواقفیت 'اجنبی شہر' بے سروسامان، بچوں کی تعلیم کا فکر، کوئی ذریعہ آمد نہیں تھا۔ سب سے زیادہ فکر ناصر کو سکول میں داخل کرانے کا تھا۔ ابا نے اپنا ہمیشہ والا حربہ استعمال کیا یعنی دعا' دعا' دعا۔ اس وقت اس علاقے کے احمدی ریڈیو پاکستان کی عمارت کے قریب احمدیہ لائبریری میں نماز پڑھتے تھے۔ ابا نے نماز میں بیٹے کے داخلے کے لیے خوب دعا کی۔ سلام پھیرا تو دائیں طرف کے نمازی سے دعا سلام ہوئی۔ باتوں باتوں میں اپنا مسئلہ بتایا ان صاحب نے کہا میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہوں۔ آپ فکر نہ کریں میں اس بچے کا داخلہ خود کرادوں گا اس محسن نے نہ صرف بیٹے کا داخلہ کروایا بلکہ فیس بھی معاف کروادی۔ یہ دستِ غیب سے مدد تھی جو اس غریب الوطنی میں بڑا سہارا بنی۔ اللہ بہترین کارساز ہے۔

چھت پر رات کو ٹھنڈ ہو جاتی بدلتا موسم ابا کو راس نہ آیا۔ ایکصبح سو کر اُٹھے تو اُٹھا نہ گیا ان پر فالج کا حملہ ہو گیا تھا۔ پھر ابا زیادہ دیر نہ جئے کچھ بہتر ہونے پر لاٹھی لے کر چلنے لگے تھے لیکن مناسب علاج کے لیے وسائل نہ تھے۔ کبوتر کا شوربہ اور حکمت کی دوا بمشکل مہیا کرتے رہے۔ یکم اگست 1994ء کو داعیء اجل کو لبیک کہا۔

اس فنا فی اللہ وجود سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر سب کی باتیں سُن کر ان سے عقیدت ہو گئی۔ خاص طور پر خاندان حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام سے ان کی محبت سے بہت متاثر ہوئی۔ مولا کریم نے ان کا اخلاص دیکھ کر ان کو اپنے پیاروں کی خدمت کے لیے چُن لیا تھا۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے پیاروں کے ساتھ رکھے ،آمین۔

خدا کے ہیں خدا کے پاس ہم کو لوٹ جانا ہے
یہ دنیا عارضی ہے مستقل عقبیٰ ٹھکانا ہے

اماں سے میرا ساتھ قریباً تین سال رہا۔ سادہ مزاج کی نیک خاتون تھیں۔ ہر ایک کا بھلا چاہنے والی۔ دین العجائز پر عمل کرنے والی صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنا وطن چھوڑ کر بڑی قربانی کی تھی۔ بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ثابت قدم رہیں۔ اور بچوں کی تعلیم اور تربیت پر توجہ مرکوز رکھی۔ قادیان کے ماحول کو اپنا لیا اور اسی میں خوش رہتیں کراچی آکر بھی بے وطنی اور بے سروسامانی کا عالم دیکھنا پڑا۔ ان کو دو ہجرتیں کرنی پڑیں پہلے برہ پورہ میں سب کچھ چھوڑا پھر قادیان سے خالی ہاتھ نکلے۔ کراچی میں ابا کوئی کام نہ کر سکے تنگ دستی مزید بڑھ گئی۔ پھر ابا کا انتقال ہو گیا۔ بڑا کنبہ تھا۔ کمانے والے ایک بھائی نور احمد یا بھائی محمود کچھ خرچ بھیج دیتے۔ آپا کلثوم صاحبہ کی شادی ابا کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ آپا بشریٰ صاحبہ کی ابا کی وفات کے بعد قریشی نذیر احمد صاحب ابن حضرت قریشی عبدالعزیز صاحب دہلوی سے ہوئی۔ یہ خود بے ٹھکانا تھے چھت پر آرہے۔ اس طرح چھت پر رہنے والوں میں اضافہ ہو گیا۔ مگر ان کی آمد ایک اچھا اضافہ تھا ملنسار مزاج کے محنتی آدمی تھے۔ ٹینک کے ساتھ والے کمرے کے ساتھ ویسے ہی لکڑی کے تختوں اور ٹین کی چھت والے کمرے بنالیے ۔اسی گھر میں ناصر صاحب نے تعلیم حاصل کی۔ فیس تو معاف ہو گئی مگر کتابوں کاپیوں کا حصول بھی مشکل تھا۔ محنت سے پڑھائی کی میٹرک میں فرسٹ ڈویژن لی تو سب نے مشورہ دیا کہ کافی پڑھائی ہو گئی کوئی نوکری کرلو مگر ناصر صاحب کو پڑھنے کا شوق تھا۔ ڈی جے سائنس کالج سے انٹر سائنس کرکے این ای ڈی انجینیئرنگ کالج میں داخلہ لیا۔ اخراجات کے لیے مولا کریم نے ایک ٹیوشن کا انتظام کر دیا۔ کافی زیادہ پڑھنا پڑتا ناصر صاحب بتاتے ہیں کہ گھر میں کوئی کرسی میز نہ تھا کسی کونے میں بوریا بچھا کر بیٹھ جاتے اور گھنٹوں پڑھتے۔ لڑکوں سے کتابیں مانگ کر لے آتے اور جلدی جلدی پڑھ کر واپس کرکے دوسری لے آتے۔ کالج آنے جانے کے لئے بھائی نے ایک سیکنڈ ہینڈ سائیکل لے دی تھی جو اتنی قیمتی متاع تھی کہ ہر روز اسے کندھے پر اٹھا کر پانچویں منزل پر چڑھاتے اور اتارتے تاکہ چوری نہ ہو جائے بعض دفعہ تو ایک سے زیادہ دفعہ بھی یوں ہی سائیکل کی حفاظت ہوتی۔ محنت کرتے رہے پڑھنے کی لگن تھی۔ کامیاب ہوتے گئے اور آخر کار بی ای الیکٹریکل میکینیکل پاس کرلیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کرم اور والدین کی دعاؤں سے ممکن ہوا۔ بہن بھائیوں نے بھی خوب ساتھ دیا۔ ہر ایک کے لیے جزائے خیر کی دعا ہے۔

تعلیم کے بعد اچھا جاب مل گیا۔ حالات کچھ بہتر ہوئے تو شادی کی سوجھی اس طرح میں ان کی زندگی میں داخل ہو گئی۔ کراچی آنے پر مجھے ٹاپ فلور پر بنا ہوا ٹینک کے ساتھ والا کمرہ ملا جس میں دو چارپائیوں کے بعد بمشکل چلنے کی جگہ رہ جاتی۔ غسلخانہ بھی لکڑی کے تختے جوڑ کر ٹین کی چھت ڈال کر بنایا گیا تھا۔ سورج نکلنے کے ساتھ ٹین کی چھتیں گرم ہونا شروع ہو جاتیں۔ تپش حد سے زیادہ ہوتی۔ پانی کا انتظام بھی خاصا دشوار تھا۔ چھوٹے سے کچن میں مٹی کے تیل کے چولھے پر کھانا پکانا ہوتا جو ہم مل کے استعمال کرتے۔ مجھے مٹی کے تیل کے چولھے کی بالکل عادت نہیں تھی۔ بہت بدبو محسوس ہوتی۔

اپنی ڈریسنگ ٹیبل، کا بھی بتادوں۔ ایک دیوار پر کیل لگا کر لکڑی کا ریک لٹکا دیا گیا تھا۔ میری ضرورت کی ساری چیزیں اسی ریک پر رکھی رہتیں۔ بارش کا پانی اندر آتا تھا چھت بھی ٹپکتی تھی۔ بستر گیلا ہو جاتا ماحول بھی بہت مختلف تھا قریباً ہر گھر سے انڈین فلموں کے گانوں کی آواز آتی خاص طور پر رات کے وقت تو بڑے زور سے میوزک کی دھمک ہوتی۔ پاس کی بلڈنگوں میں اور نیچے سڑک کے ساتھ بنی ہوئی جھگیوں میں سے بے شمار بچے صبح ہوتے ہی سڑکوں پر کھلی ہوا میں پلنے کے لیے چھوڑ دیئے جاتے اور عورتیں آپس میں لڑنے لگتیں گالم گلوچ الزام تراشی حتّٰی کہ ہاتھا پائی تک نوبت آجاتی۔ ایک بے ہنگم شور دن رات مچا رہتا۔ پتہ نہیں چلتا تھا کراچی والے سوتے کب ہیں اور جاگتے کب ہیں۔

ربوہ کے کھلے کھلے پر سکون گھروں اور صحنوں کی عادت کے بعد محدود جگہ پر رہنا خاصا امتحان تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے میری تربیت ایسی ہوئی تھی کہ ہر حال میں صبر وشکر کی عادت تھی۔ درویش کی بیٹی اسی ماحول میں ڈھل گئی۔ میں ذہنی طور پر اس بات

کے لئے تیار تھی کہ مختلف حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا اس لئے حرف شکایت منہ پہ نہ آتا اگر کوئی ربوہ کا جاننے والا ملنے آتا اور جا کر امی کو گھر کا حال بتاتا تو امی کہتیں باری نے تو ایسی کوئی شکایت نہیں کی اللہ تعالیٰ سبتھیک کر دے گا۔ اور میری امی کے توکل کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا گھر کی سادگی سے کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ کیوں کہ سسرال والوں کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا رہا۔ اماں کے ساتھ کبھی روایتی ساس بہو والا تناؤ نہیں ہوا۔ میں اُنہیں ماں کی سی عزت دیتی اور ان کے کام کر کے خوشی محسوس کرتی اسی طرح نندوں نے بھی نند بھابی والا کھیل نہیں کھیلا۔ یہ اُن سب کا احسان ہے کبھی تلخی کی نوبت نہیں آئی۔ چھوٹے بھائی کی بیوی ہونے کے ناتے وہ مجھ سے شفقت سے پیش آتیں۔ ان کے بچے بھی بہت محبت سے رہتے۔ دوستانہ سا ماحول تھا۔ اسی گھر میں پہلی بیٹی پیدا ہوئی۔ جھولا رکھنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے چھت سے ایک ہُک لگا کر جھولا لٹکا لیا۔ ہر ضرورت کا کوئی حل نکل آتا ہے۔ اماں نے بیٹی پیدا ہونے پر میرا بہت خیال رکھا مگر ان کی صحت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ بیمار رہنے لگی تھیں۔ ناصر صاحب کی ٹرانسفر لاہور ہوئی تو اماں بھی ہمارے ساتھ لاہور آ گئیں۔ 4 میکلورڈ روڈ پر کرائے کا مکان لیا۔ اس کے بعد گڑھی شاہو میں مسجد کے پاس بھی رہے۔ اماں کی وفات اسی گڑھی شاہو والے مکان میں ہوئی تھی۔ آخری بیماری اور وفات کے وقت وہ ہمارے پاس لاہور میں تھیں بیمار رہنے لگی تھیں۔ کمزوری بہت ہو گئی تھی۔ ہم ان کی خوراک اور پرہیز کا خیال رکھتے ۔ ایک دن نہ جانے میرے دل میں کیا آیا کہ اماں سے پوچھا۔ اماں کوئی ایسی خواہش بتائیں جو میں پوری کر سکوں مجھے خوشی ہو گی۔ اماں نے کہا کہ مجھے چاول دال اور آلو کی بھجیا بنا دو اور دوسرے میرا دل کرتا ہے کہ میں اپنے پوتے کو گود میں لے کر پیار کروں۔ پہلی فرمائش پوری کرنے کا بہت مناسب موقعہ تھا ناصر صاحب جمعہ پڑھنے گئے ہوئے تھے ۔ ورنہ وہ اماں کے پرہیز کا بہت خیال رکھتے ۔ ان کے ذوق کے مطابق چاول دال آلو بنا کر پیش کئے۔ اماں نے خوشی سے پیٹ کر کھانا کھایا۔ پھر میں منصور کو لے کر ان کے بیڈ پر بیٹھ گئی وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتی رہیں اور دعائیں دیتی رہیں۔۔ اُسی دن اماں کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور آدھی رات کو 16 اپریل 1976ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اماں موصیہ تھیں۔ جب ہم جنازہ لے کر ربوہ پہنچے تو خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک خواتین نے آ کر ہمیں تسلی دی اور اماں کی خوبیاں اور قربانیاں بیان کر کے ان کے لیے دعائے مغفرت کی جس سے ہمیں بڑا حوصلہ ملا۔

بڑے جیٹھ قریشی محمود احمد صاحب فوج میں لیفٹیننٹ تھے قادیان کے بعد کوئٹہ اور پھر لاہور رہے۔ شوقیہ فوٹو گرافی کرتے تھے جو بعد میں آمد کا ذریعہ بھی بن گیا۔ آپ نے بڑی محنت سے بچوں کو اعلیٰ تعیم دلائی بڑے خوش مزاج تھے ۔ خاکسار کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے ۔ پروفیسر صاحبہ کہہ کر مخاطب کرتے۔ 1986ء میں لاہور میں وفات پائی۔ ان کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیٹی امتہ القدوس احمد صاحبہ آف لندن کو جو خط لکھا بہت خوبصورت خراجِ تحسین ہے:

”آپ کے والد صاحب کی وفات کا بہت گہرا صدمہ ہوا ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے میں تو آپ کے والد صاحب کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کا ہمیشہ سلسلہ سے اخلاص کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے آپ کے دادا جان کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ قادیان میں جماعت کی کار چلایا کرتے تھے اور اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے بچوں اور بڑوں میں ہر دلعزیز تھے ۔ میری طرف سے تعزیت اور ہمدردی کے جذبات قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین ‘

آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ فوج کی ملازمت نے ان کو سرد و گرم حالات سے سامنا کرنا سکھایا تھا اپنی ذات میں ایک تاریخ تھے ۔ ہر موضوع پر گفتگو کرتے سب انہیں بابو جی کہتے۔ ناصر صاحب سے بائیس سال بڑے تھے اس لیے باپ کی جگہ تھے ۔ میری بڑی جیٹھانی مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ بھی بہت ملنسار خاتون تھیں۔ کھلے دل کی صاف گو اور بہت مہمان نواز، ہم جلسے پر ربوہ کے بعد لاہور ان سے ملنے جاتے تو خوب خاطر داری کرتیں۔ 1973ء میں اچانک وفات پا گئیں ۔

میرے دوسرے جیٹھ مکرم قریشی نور احمد صاحب 15 مئی 1951ء کو بھاگلپور میں پیدا ہوئے پانچ سال کے تھے جب والدین کے ساتھ قادیان آ گئے۔ یہیں تعلیم حاصل کی۔ قادیان کے نوجوانوں کی ایک تنظیم نیشنل گارڈز کے نام سے بنی تھی جس کے سالار حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ تھے ۔ اس کا مقصد ورزشی کھیلیں کروانا اور مدافعتی، خود حفاظتی طریقے سکھانا تھے۔ بھائی نور اس تنظیم کے سرگرم رکن تھے۔ جوش و خروش سے سب مشقوں اور ٹورنامنٹس میں حصہ لیتے۔ مکرمہ امیر بیگم صاحبہ سے شادی ہوئی۔ دہلی اور کراچی میں ریڈیو ٹی وی کا کام کرتے تھے ۔ جماعت کی خدمت کے لیے اسی کام سے واقفیت کو استعمال کیا جلسوں اور اجتماعوں میں لاؤڈ سپیکر اور آڈیو کیسٹس سنوانے کا کام کرتے ۔ مشہور شخصیات کو خطوط کے ذریعے تبلیغ کرتے ۔ انہوں نے دعوت الی اللہ کے لیے اپنی مساعی وقف کر رکھی تھیں۔ بھابی امیر بیگم صاحبہ 1992ء میں اور بھائی نور نے 1993ء میں داعیءاجل کو لبیک کہا۔ مجھے ان دونوں نے بہت عزت اور پیار دیا۔ مولا کریم اجرِ عظیم سے نوازے۔ آپ کا ایک پوتا عزیزم فضل عمر مربی سلسلہ ہے۔ بڑی نند محترمہ کلثوم صاحبہ 25 نومبر 1972ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں ۔ قادیان سے میٹرک کیا۔ پھر جامعہ نصرت قادیان میں تعلیم حاصل کی۔ نو عمری سے لجنہ کا کام شروع کر دیا۔ 1984ء میں مکرم عبد الرحیم صاحب مدہوش رحمانی سے شادی کے بعد حلقہ سعید منزل سے حلقہ مارٹن روڈ میں منتقل ہو گئیں۔ وہاں بھی لجنہ کا کام جاری رکھا۔ آپ بے حد متوکل، مشکلات پر صبر کرنے والی سادہ مزاج خاتون تھیں۔ جماعت سے وابستگی خلفائے کرام سے محبت ہر تحریک پر لبیک کہنے والی تھیں مطالعہ کی شوقین تھیں بڑی عمر تک دینی معلومات اور بیت بازی میں حصہ لیتی رہیں۔ ان گنت بچوں کو قرآن پاک پڑھایا۔ بہت دعا گو تھیں۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا سب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ دو بیٹیاں یونیورسٹی کی پروفیسر ایک ڈاکٹر اور ایک ٹیچر رہیں۔

مجھے آپا کلثوم سے بہت پیار ملا۔ ان کا گھر مارٹن روڈ پر تھا۔ جب بھی ان کے گھر جاتے بہت خاطر تواضع کرتیں۔ بچوں کو بھی بہت محبت پیار دیتیں۔ 77 سال کی عمر میں 2004ء میں مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ غائب پڑھایا آپ کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں ہوا ”مرحومہ لجنہ اماء اللہ کی نہایت محنتی فرض شناس اور انتھک کارکنہ تھیں نماز روزہ روزانہ تلاوت اور نماز تہجد کی سختی سے پابندی کرنے والی اور مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی مخلص خاتون تھیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 26 نومبر 2004ء)

ان کا ایک جملہ میرے لئے اعزاز ہے ’باری تم نے ہمارے خاندان کا نام روشن کیا ہے‘ الحمدللہ۔ یہ جملہ ایک نند نے بھابی کے لئے کہا تھا اسی لئے ذکر بھی کیا ہے ورنہ مجھے اپنی کم مائگی کا پورا احساس ہے۔

میری دوسری نند مکرمہ آپا بشریٰ صاحبہ ٹاپ فلور پر رہتی تھیں ہم نے بہت سال وقفے وقفے سے ایک ہی گھر میں گزارے۔ جب میں شادی ہو کر آئی تھی آپا کے پانچ بچے تھے ایک بعد میں ہوا تھا۔ پھر ہمارے بچے ہوئے سب مل جل کر رہتے تھے میں نے آپا بشریٰ کو انتہائی صابر شاکر محنتی خاتون دیکھا گھر میں دینداری کا ماحول تھا۔ بچوں کو سب جماعتی پروگراموں میں لے کر جاتیں۔ اپنے اور محلے کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتیں بھائی نذیر صاحب کی قلیل تنخواہ میں کفایت اور قناعت سے گزارا کیا خود بھی ٹیوشن پڑھاتیں۔ ایک مثالی عورت تھیں۔ بچوں کو بہت قربانی کر کے اعلی تعلیم دلائی۔

مجھے کراچی کے رہن سہن، راستوں، بازاروں وغیرہ سے آپا نے متعارف کروایا۔ بالکل چھوٹی بہن سمجھ کے رہنمائی کرتیں۔ مسجد لے جاتیں اور بڑے شوق سے سب کو بتاتیں کہ یہ ہماری بھابی ہے۔ میرے ساتھ حسن سلوک کی ان گنت مثالیں ہیں جنہیں یاد کر کے ان کو دعائیں دیتی ہوں۔۔ مجھے یاد رہتا ہے کہ وہ گرم اور تنگ کچن میں کام کرتے ہوئے کہہ دیتیں باری تم اندر جاؤ میں تمہارے لیے روٹی پکا کر رکھ دوں گی۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ غفور الرحیم سب سے پیار کا سلوک فرمائے آمین

سسرال کے ذکر میں شوہر کا ذکر لازمی تھا مگر کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھتی ہوں جس میں ان شاء اللہ قدرے تفصیل سے ذکر کروں گی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انسان کی تنگی کو فراخی میں بدل دیتا ہے۔ ناصر صاحب دعا اور محنت سے ترقی کرتے گئے نہ صرف اپنی زندگی سنواری بلکہ دوسروں کے لیے مثال بنے۔ ہم اور ہمارے بچے ساری عمر لکڑی کے تختوں کے در و دیوار اور ٹین کی چھت والے کمرے میں نہیں رہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

ایم وائی بقا پوری

یاد رفتگان

مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد کی یاد میں

خاکسار کو سیکرٹری مجلس عاملہ کے طور پر ان کے ساتھ کافی عرصہ کام کرنے کا موقع ملا اور میں ذاتی طور پر اس بات کا شاہد ہوں کہ آپ نے ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جب بھی مرکز نے بلایا فوراً لبیک کہہ کر حاضر ہو گئے خلافت ثالثہ میں جب جلسہ سالانہ میں ترجمانی کا کام شروع ہوا تو اس کمیٹی کے آپ ہی قائد تھے اور جب خلافت رابعہ میں 1984ء کے بعد لندن میں جلسے ہونے شروع ہوئے تو لگاتار 25 سال تک اسلام آباد سے لندن جاتے رہے۔ چونکہ سرکاری ملازم تھے خاص طور پر اپنی چھٹیاں اس کام کے لئے وقف رکھیں۔ چونکہ آپ کا تعلق ٹیلی فون اور ٹیلی گراف آفس سے تھا۔ مرکز میں 1980ء کی دہائی میں ٹیلی فون ایکسچینج کی سہولت فراہم کی۔ آپ وقت کے پابند تھے مجلس عاملہ کی میٹنگ وقت پر شروع کراتے اور وقت پر ختم کراتے۔ اگر کوئی ایجنڈا کا ائٹم رہ جاتا تو اگلی میٹنگ تک مؤخر کر دیا جاتا تھا سالہا سال تک مجلس مشاورت کے ممبر رہے اور مرکز میں فنانس کمیٹی اور فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔

1997ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو آپ نے اپنی زندگی جماعت کے لئے وقف کر دی۔ چونکہ آپ بنیادی طور پر انجنیئر تھے بیت الذکر کی تعمیر آپ کے دور میں چھ فیزز میں مکمل ہوئی جس میں لائبریری، مربی ہاؤس، گیسٹ ہاؤس، لجنہ ہالز، اسٹاف کواٹرز شامل تھے۔ آپ اپنے ماتحتوں سے کام لینا خوب جانتے تھے ایک مرتبہ مجلس عاملہ کی میٹنگ میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ میری زندگی میں اسلام آباد شہر کا بجٹ ایک کروڑ سے زائد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش ان کی امارت میں پوری کر دی جب آپ اسلام آباد سے تشریف لے گئے تو ضلع اسلام آباد کی لازمی چندہ جات کی وصولی 5 کروڑ سے زائد ہو چکی تھی۔ محصلین کو یہ گرُ بتاتے تھے کہ جب کسی کے گھر چندہ لینے جاؤ تو سب سے پہلے صدقہ کی رسید کاٹو۔ چاہے وہ 50 روپے کی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا اور واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کے دور میں بہت برکت دی اس وقت اسلام آباد کا بجٹ 10 کروڑ سے زائد ہے اور per capita میں پاکستان کی تمام جماعتوں میں اول نمبر پر ہے۔

آپ ذیلی تنظیموں کے کاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ انصاراللہ کی تنظیم جو مکرم عبدالواحد ورک صاحب کی زیر نگرانی کافی عرصہ تک پورے پاکستان میں انکے دور میں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرتی رہی ہے۔ جب مرکزی امتحانات ہر سہ ماہی کے بعد شروع ہوئے تو 90 سے زائد نمبر لینے والے احباب جس میں مستورات بھی شامل تھیں انکو تقاریب میں انعام دینے کا سلسلہ آپ ہی نے شروع کرایا۔ جس میں شامل ہونے والوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوتی۔

ہمارے دفتر کے اوقات صبح 9 تا ایک بجے تک ہیں ہفتہ وار چھٹی منگل کو ہوتی ہے تمام شعبہ جات کے ڈیسک بنائے گئے ہیں تاکہ سیکرٹریان کے کام میں آسانی ہو۔ مالی نظام 2003ء میں کیمپوٹرائزڈ ہوا جس کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔ آپ حلقہ جات کے دورے کرتے جس سے حلقوں میں بیداری پیدا ہوتی۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آپ بڑی باقاعدگی سے اعتکاف بیٹھتے۔ 2006ء میں خاکسار کو بھی اعتکاف بیٹھنے کی توفیق ملی تو مجھے انکی ہمسائیگی کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران انہوں نے مجھے بتایا کہ 70 کی دہائی میں بھٹو صاحب جرمنی کے دورہ پر آئے تو وہاں کی گورنمنٹ نے جماعت احمدیہ کے مظالم کی داستان بتائی تو بھٹو صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا کہ منیر احمد فرخ صاحب کی سرکردگی میں یہ کام ہوا ہے تو انہوں نے واپس آکر حکم دیا کہ ان کی ٹرانسفر اسلام آباد سے باہر کر دی جائے چنانچہ ان کی ٹرانسفر ڈی آئی خان کر دی گئی وہاں مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے بہت شور مچایا کہ ایک قادیانی یہاں آگیا ہے اور آپ کی مخالفت شروع کر دی گئی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو ساری صورت حال بتائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپ کو حیدر آباد سندھ بھجوایا گیا۔

آپ 1937ء میں لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں پیدا ہوئے 1953ء میں میٹرک ٹی آئی ہائی سکول چنیوٹ سے پاس کیا اور لاہور سے انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ نجی کمپنیوں اور آرمی میں ملازمت کے بعد 1966ء میں پی ٹی سی ایل میں باقاعدہ سروس کا آغاز کیا اور 1997ء، میں ڈائریکٹر جنرل کے اعلیٰ عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے اور اسلام آباد میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ 1974ء کے پر آشوب دور میں آپ راولپنڈی کے قائد مجلس رہے۔ اس کے علاوہ صدر حلقہ، سیکرٹری نصرت جہاں سکیم، سیکرٹری جائیداد، سیکرٹری سمعی وبصری قائد ضلع اسلام آباد اور نائب امیر کی حیثیت سے سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی اور 13 اپریل 1999ء کو آپ نے بطور امیر ضلع وشہر اسلام آباد کی باقاعدہ ذمہ داری سنبھالی اور تقریباً 14 سال یہ خدمت انجام دی۔ ان کے دور امارت میں اسلام آباد کی جماعت نے جو ترقی کی وہ قابل رشک ہے اور ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ آپ بیماری کے سلسلہ میں خلیفہ وقت کی اجازت سے 2013ء میں کینیڈا تشریف لے گئے جہاں تادم وفات رہے۔ آپ کی وفات مؤرخہ 9 مارچ 2021ء کو ہوئی اور مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جب جلسہ سالانہ قادیان کا کام مرکزی طور پر اسلام آباد میں شروع ہوا تو NOC کے لئے وزارت داخلہ کی منظوری ضروری ہوتی تھی۔ جس کے لئے آپ نے خاکسار کی ڈیوٹی لگائی کہ وزارت داخلہ کے تمام امور نمٹاؤں اس کے لئے آپ نے باقاعدہ طور پر بیت الذکر میں دفتر بنانے کی اجازت دی اور بعد میں یہ دفتر مستقل طور پر بیت القیام میں منتقل ہوگیا۔

آپ کے پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ امتہ السبوح صاحبہ کے علاوہ 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں سب سے چھوٹا بیٹا عزیزم مبشر احمد فرخ بطور قائد ضلع اسلام آباد خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ باقی سب بچگان کینیڈا میں مقیم ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کا حافظ وناصر ہو۔

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

قادیان گیا تو حضورؑ مسجد مبارک میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آپ یہاں بیٹھ جائیں مَیں آپ کے لئے کچھ کھانا لاتا ہوں۔ چنانچہ مَیں کھڑکی کے آگے بیٹھ گیا۔ حضورؑ اندر تشریف لے گئے کوئی پندرہ بیس منٹ کے بعد سویّوں کی ایک تھال اپنے دستِ مبارک میں اُٹھائی ہوئی میرے لئے لے آئے اور فرمانے لگے، یہ ابھی آپ کے لئے اپنے گھر والوں سے پکوا کر لایا ہوں۔ مَیں بہت شرمسار ہوا کہ حضورؑ کو تکلیف ہوئی مگر دل میں مَیں خوش بھی ہوا کہ حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے مجھے یہ پاکیزہ غذا میسر ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے سویّاں کھائیں اور بہت خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر حضورؑ نے مجھے رات کو فرمایا آج آپ یہیں سوئیں، چنانچہ مسجد کے ساتھ کے کھڑکی والے کمرہ میں اکیلا سویا مگر مجھے رات بھر نیند نہ آئی اور میں جاگتا ہی رہا۔ اور دعائیں کرتا رہا اور دل میں خیال کرتا تھا کہ میرا یہاں سونا کسی غفلت کا موجب نہ ہو، تاکہ حضرت کو روحانی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ مَیں سویا رہا ہوں۔ اسی خوف سے مَیں جاگتا رہا اور درود شریف پڑھتا رہا اور دعائیں کرتا رہا اور جب چار بجے تو حضورؑ خود میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ جاگیں اب نماز کا وقت ہونے والا ہے۔ مَیں تو پہلے ہی جاگتا تھا اُٹھ کھڑا ہوا اور مسجد مبارک میں آگیا۔ اتنے میں اذان ہوئی اور حضرت صاحب بھی اندر سے تشریف لائے۔

(مأخوذ از روایات حضرت منشی محبوب عالم صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 220 تا 222)

حضرت میاں وزیر خان صاحب ولد میاں محمد صاحب افغان غوری لکھتے ہیں کہ ایک روز 1895ء یا 1896ء کی بات ہے، حضرت صاحب اور مولوی صاحبان یعنی مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب، مولوی محمد احسن صاحب اور چند دوست جن میں مَیں بھی تھا، گول کمرے میں کھانا کھا رہے تھے کہ کھانے کے وقت قیمہ بھرے ہوئے کریلے آئے۔ حضرت صاحب نے ایک ایک کرکے تقسیم کر دیئے۔ دو رہ گئے اور مجھے کوئی نہیں دیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے تو نہیں دیا۔ بڑے بڑے مولویوں کو دے دیا ہے، مجھے نہیں دیا۔ حضرت صاحب نے معاً دونوں کریلے اُٹھا کر میرے آگے رکھ دیئے۔ مَیں نے عرض کی حضور بھی لے لیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، آپ کھائیں۔

(ماخوذ از روایات حضرت میاں وزیر خان صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 14 صفحہ 363، 364)

تو فوراً ایسی صورتحال بعض دفعہ ہوتی تھی کہ خیال آیا اور ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کے خیال کے مطابق، خواہش کے مطابق یا جو بھی اگر کوئی بدظنی پیدا ہوئی ہو تو اُس کو دور کرنے کے لئے فوراً وہ عمل کر دیا۔

(خطبہ جمعہ 24/ جون 2011ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ (تذکرہ:692)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں فیصلہ فرما۔

رَبِّ احْفَظْنِيْ فَاِنَّ الْقَوْمَ يَتَّخِذُوْنَنِيْ سُخْرَةً (تذکرہ: 678)

ترجمہ: اے میرے رب! میری حفاظت فرما کیونکہ قوم نے مجھے ہنسی اور تمسخر کی جگہ ٹھرالیا۔

اِيْلِيْ اِيْلِيْ لِمَا سَبَقْتَنِيْ (تذکرہ:105)

(یہ عبرانی زبان کا الہام ہے)

ترجمہ: اے میرے خدا! اے میرے خدا! تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی خداتعالیٰ کے حضور مدد ونصرت کی دردمندانہ دعائیں ہیں۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز موجودہ حالات کے پیشِ نظر جماعت کو مسلسل خصوصی دعاؤں کی تحریک فرمارہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہر گھڑی اپنی حفاظت خاص میں رکھے۔ آپ کی یہ ساری دعائیں جلد جماعت کے حق میں پوری فرمائے۔ آمین

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

اس کے ساتھ ہی میں پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی حالات بدلے۔ ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ اسی طرح الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ثبات قدم عطا کرے اور ان کے حالات میں تبدیلی پیدا کرے۔ (خطبہ جمعہ 9/ اپریل 2021ء)

اس دیں کی شان وشوکت یارب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیارے سچے ہیں عہد سارے
ہم جا پڑے کنارے جائے اُکا یہی ہے

جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
منہ مت چھپا پیارے میری دعا یہی ہے

مرسلہ: مریم رحمٰن

11جون 2021ء		طلوعِ فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:10	19:03
مدینہ منورہ	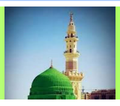	04:01	19:10
قادیان		03:43	19:34
ربوہ		03:23	19:14
اسلام آباد ٹلفورڈ	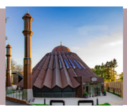	03:18	21:18

کونوا مع الصادقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ فرماتے ہیں:۔

”ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جن میں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالاں لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اس قدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے انہیں کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر، دوسرے کی تحقیر، غیبت اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں، شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کچھ بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی۔ میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔“

(خطبات نور جلد 1 خطبہ نمبر20 صفحہ 231)